ضامن نجات

صابر شاد آبادی

حضرت صابر شاہ آبادی کا یہ نایاب نعت و منقبت والا

نسخہ 'ضامن نجات' حضرت علامہ مولانا سید صادیق انواری

صاحب قبلہ کے پاس موجود تھا جسے سکین کر کے آپ حضرات

تک پہونچایا جارہا ہے

دعاؤں کے طالب

محمد سیلانی انعمار

محمد حنیف رضوی نگارچی

ڈاکٹر عتیق رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

کرناٹک پبلیکیشنز، شاہ آباد کی اولین پیشکش

ضامنِ نجات

(مجموعہ نعت و منقبت)

(۵۰ صفحات)

صابر شاہ آبادی

اشاعت بارِ اوّل : جنوری ۱۹۸۴ء

کتاب کا نام ـــــــ	ضامنِ نجات (مجموعۂ نعت و منقبت)
مصنف کا نام ـــــــ	صابر شاہ آبادی
مصنف کا پتہ ـــــــ	خورشید محلہ، شاہ آباد ضلع گلبرگہ (کرناٹک)
تاریخِ اشاعت ـــــــ	جنوری ۱۹۸۴ء
تعدادِ اشاعت ـــــــ	(۵۰۰) پانچ سو
ناشر ـــــــ	کرناٹک پبلیکیشنز شاہ آباد
سرورق ـــــــ	آیت : انیس صدیقی دہلی عنوان : ایم اے حمید، حیدرآباد
طباعت ـــــــ	ماڈرن پریس گلبرگہ
بلاک سازی و طباعت سرورق ـــــــ	شنکر بلاک میکرس / مانو یارک پرنٹرس گلبرگہ
نام کاتب ـــــــ	محمد اقبال یوسفی گلبرگوی
کتاب کا ہدیہ ـــــــ	دس روپئے (RS. 10/-)

کتاب ملنے کے پتے : (۱) مینجر کرناٹک پبلیکیشنز خورشید محلہ شاہ آباد (ضلع گلبرگہ)
(۲) مکتبہ رفاہِ عام نزد بارگاہ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ گلبرگہ

ــــــــ ═ ــــــــ

اِنتساب

اپنے والدین محترم و معظم کے نام

جن کی واضح شفقت و محبتِ جاریہ کے باوصف، اُنھیں

"مرحوم" لکھنا میرے نزدیک سپاس شناسی نہیں ہے۔

ع خدا گواہ، کہ رحمت فنا نہیں ہوتی!

صابرؔ شاہ آبادی

حرفِ حکیم

از الحاج حضرت سید شاہ محمد محمد الحسینی مدظلہ العالی

سجادہ نشین بارگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ

جناب صابر شاہ آبادی کا مجموعہ کلام بعنوان "ضامنِ نجات" نظر سے گزرا۔ ماشاءاللہ نہایت دلنشین انداز بیان ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ بقول علامہ اقبالؒ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کی بدولت یہ فیضانِ نظر نہیں تو اور کیا ہے۔ انہیں حمد، نعت، منقبت اور غزل، غرض ہر صنف سخن میں دستگاہ حاصل ہے۔ خاص طور پر ان کا نعتیہ کلام پر اثر اور دلپذیر ہے۔ اللہ کرے زور بیان اور زیادہ۔ آمین
میں آخر میں دعا کرتا ہوں کہ باری تعالیٰ اس کو قبولیت عام عطا کرے۔ آمین۔

دستخط

فون ۲۷ء وآفس فون نمبر ۸۰۰

روضۂ منورہ بزرگ گلبرگہ شریف

مورخہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۸۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

پیشِ لفظ

از: فقیر حقیر سید حبیب اللہ قادری رشید پاشاہ، امیر شریعت آندھرا پردیش و امیر جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔ (آندھرا)

جناب محترم مولوی محمد حبیب صاحب صابر شاہ آبادی ضلع گلبرگہ۔ کرناٹک ایک ممتاز شاعر ہیں۔ اہل سخن میں ان کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے ان سے ملاقات کی مسرت گو کہ آج تک مجھے حاصل نہیں ہوئی ہے مگر مخلص و محترم جناب مولوی محبوب حسین جگر (جوائنٹ ایڈیٹر روزنامہ "سیاست" حیدرآباد) نے بڑے اچھے الفاظ میں ان کا غائبانہ تعارف کرایا تھا اور مولانا الحاج سید شاہ محمد محمد الحسینی صاحب سجادہ نشین بارگاہ بندہ نوازؒ نے بھی ع۔ اِنَّمَا یَعْرِفُ ذُالْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْہُ (صاحبان فضیلت کی معرفت و شناخت لوگوں میں سے صرف انہیں افراد کو حاصل ہوتی ہے جو خود اہل فضل ہوں) ع قدر جوہر شاہ داند یا بداند جوہری (بدقسمتی سے میں شاعر تو نہیں ہوں مگر صابر صاحب کے خدا داد لیکن شعر کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا جو اعلیٰ درجے کے ہیں اور خدا اور رسول ﷺ کے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے نظموں کی یہ ساری حسن و خوبی نعت شافی کی بدولت ہے

جیسا کہ کہا گیا ہے ؎ ماانْ مدحت محمّدً بمقالتی۔ لٰکِنْ مدحت مقالتی بمحمدٍ"
(میں نے اپنے کلام سے حضورؐ کی تعریف نہیں کی بلکہ اپنے کلام کو حضورؐ کے نام نامی سے قابلِ
تعریف بنادیا ہے) در حقیقت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ الرحمہ یہ فیضان باطنی
ہے۔ برادر سجادہ مولانا سید شاہ سیف اللہ حسینی صاحب علیہ الرحمہ سے جناب صابرؔ بیعت
و ارادت کی نسبت رکھتے ہیں جو میرے عرفانی بھائی تھے اور برادرِ طریق بھی۔ میرا
سلسلۂ عالیہ قادریہ گو کہ اباً عن جدٍ ہے لیکن سلسلۂ نظامیہ چشتیہ حضرت خواجہ بندہ نواز
رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے ہے علاوہ ازیں شعرائے کرام کو راست حق تعالےٰ
سے تلمّذ و شاگردی کا حق حاصل ہے اَلشُّعَرَاءُ تَلَامِیْذُ الرَّحْمٰن (حدیث
شریف میں وارد ہے کہ بعض شعر حکمت ہوتے ہیں اور بعض بیان جادو۔ "اِنَّ مِنَ
الشِّعْرِ حِکْمَۃً وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ السِّحْرً" (صحیح بخاری) امام غزالیؒ نے الرسالۃ
اللّدنیہ میں حکمت کی حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ علم انسانی دو
طریقوں سے حاصل ہوتا ہے ایک تعلّم انسانی جیسا کہ میرے ممدوح نے استادِ سخن جناب
شنا گوالیاری سے حاصل کیا دوسرا طریق تعلّم ربانی ہے جس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک
القاءِ وحی اور دوسری الہام۔ الہام بھی اثرِ وحی ہے اس لئے کہ وحی امرِ غیبی کی تصریح ہے
اور الہام اس کی تعریض۔ جو علم "وحی" سے حاصل ہو وہ علم نبوی کہلاتا ہے اور
جو علم "الہام" سے حاصل ہو اُسے علم لدنی کہتے ہیں۔ علم لدنی انبیاء و اولیاء
کو حاصل ہوتا ہے جیسا کہ خضر علیہ السلام کے تعلق سے (جو ایک ولیؒ ہیں) مولیٰ تعالیٰ
فرماتا ہے وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا "(اور اسے ہم نے اپنا علم لدنی عطا کیا۔ ۱۸/۶۵)

حقیقت" حکمت علم لدنی سے حاصل ہوتی ہے اور جب تک انسان اس مرتبہ تک پہنچ نہ جائے وہ حکمت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا اور نہ حکیم کہلا سکتا ہے اسلئے کہ حکمت مواہب الٰہیہ اور عطایائے خداوندی سے ہے۔ جیسا کہ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے "یُؤتِی الحِکمَۃَ مَن یَّشَاءُ" (اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے ۲/۲۶۹) اور اس کی بھی صراحت آتی ہیکہ جس کسی کو حکمت ملی اسکو خیر کثیر مل گیا" وَمَن یُّؤتَ الحِکمَۃَ فَقَد اُوتِیَ خَیرًا کَثِیرًا" ۲/۲۶۹)

یوں تو جناب صابر کی تصنیفات کثیر ہیں مگر اس وقت زیر نظر " ضامن نجات" ہے جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو ایمان تازہ ہو گیا اور واقعی اسے اسم با مسمّٰی " ضامن نجات" پایا۔ نجات کی ضمانت اور فلاح دارین کا دار و مدار عظمت شان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتقاد راسخ پر ہے۔ مولیٰ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے۔ فَالَّذِینَ اٰمَنُوا بِہٖ وَعَزَّرُوہُ وَنَصَرُوہُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِیۤ اُنزِلَ مَعَہٗۤ اُولٰۤئِکَ ھُمُ المُفلِحُونَ ۝ (تو جو ان پر ایمان لائیں اور ان کی تعظیم کریں اور انہیں مدد دیں اور اُس نور کی پیروی کریں جو ان کے ساتھ اترا وہی فلاح پائے اور بامراد ہوئے ۷/۱۵۷) اس آیت شریف سے ثابت ہوا کہ حضور پر ایمان کے بعد آپ کی تعظیم اور قرآن کریم کی اتباع دو ہی چیزیں امور فلاح کا سبب اور نجات کا باعث ہیں۔

ناظم " ضامن نجات" کے والہانہ جذبات و مخلصانہ خدمات کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔! آمین۔ اپنے اس کلام میں انھوں نے جن خیالات کو منظوم فرمایا

ہے اس سے قرآن کریم کی روشنی میں نہ صرف ان کی فلاح دارین و نجات کا مژدہ ملتا ہے بلکہ ہر اس پڑھنے والے کیلئے بھی فلاح و کامرانی کی بشارت ہے جسکے قلب میں حضورؐ پر ایمان ہو اور عظمت شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا ایقان، عمل بالکتاب کی کنجی یہی ایمان و ایقان ہے۔ رسول اکرمؐ کے ساتھ جو نور نازل ہوا یعنی قرآن اس پر عمل پیرائی کا درجہ ایمان و تعظیم کے بعد کا ہے اور فی الحقیقت اس ایمان کا اثر مرتب و نتیجہ اتباع قرآن ہے۔ دل اگر حب نبویؐ اور ایمان سے خالی ہو تو کتاب و سنت پر عمل کی توفیق کبھی نہیں ملتی۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ے بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ؕ

شر محمد خط ؎ ۱۲ر جنوری ۱۹۸۴ء

حرفِ اخلاص

حضرت صابر شاہ آبادی اُردو کے اُن مخلص اور معروف شاعروں میں شامل ہیں، جنھوں نے صلہ وستائش کی تمنا سے بے نیاز ہو کر عروسِ سخن کی زلفیں سنواری ہیں اور اپنے خونِ جگر سے اردو شاعری کے نگار خانے میں چراغاں کیا ہے۔ اس چراغاں کی روشنیاں یوں تو ہر صنفِ سخن میں ظاہر ہوئی ہے لیکن غزل اور مذہبی شاعری (حمد، نعت، منقبت وغیرہ) میں خاص طور پر جلوہ فگن ہے۔ زیرِ نظر مجموعۂ کلام 'ضامنِ نجات' صابر شاہ آبادی کا پانچواں شعری مجموعہ ہے۔ اس سے پہلے چار شعری مجموعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ مذہبی شاعری کے اعتبار سے یہ ان کا تیسرا مجموعۂ کلام ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صابر شاہ آبادی کے دل میں مذہبی شخصیتوں اور روحانی اقدار کی وہ روشنی ہے، جو انسان کو مادی سطح سے بلند کر کے ایک اخلاقی اور روحانی انسان بناتی ہے اور جس کے بغیر انسانیت کی تکمیل کا سفر ناتمام رہتا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ صابر شاہ آبادی نے اپنی مذہبی عقیدت اور روحانی تعلق کی کیفیات کو شعری پیکر عطا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

صابر شاہ آبادی کے زیرِ نظر شعری مجموعہ میں حمد، نعت اور منقبت سب کچھ ہے۔ جس میں اُن کی مذہبی بصیرت صاف صاف جھلکتی ہے۔ قرآنِ کریم نے اللہ تعالیٰ کے لئے محمود اور حضورِ اکرمؐ کے لئے محمدؐ کا لقب تجویز فرمایا ہے۔

محمود کے معنی ہیں جس کی حمد کی گئی ہو اور محمدؐ کے معنی ہیں جس کی بہت زیادہ حمد کی گئی ہو۔ یعنی جب بندہ خدا کی تعریف کرتا ہے تو محمود ہوتا ہے اور جب خدا بندہ (حضور اکرمؐ) کی تعریف کرتا ہے تو وہ محمدؐ بن جاتا ہے۔ یہ نقطۂ نظر صابر شاہ آبادی کی شاعری کا مرکزی نقطہ ہے۔ انہوں نے حضورِ اکرمؐ کی زندگی کے ساتھ، رسالتِ محمدی اور حقیقتِ محمدیؐ کو موضوعِ شاعری بنایا ہے۔ یہ وہ سعادت ہے جو ہر شاعر کو نہیں ملتی۔ صابر شاہ آبادی نے اپنے عقائد، افکار خیالات اور اردو شاعری کی اس شعری زبان میں ادا کیا ہے، جو برسوں کی مشاطگی کے بعد ایک صاف ستھری اور مہذب شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ صابر شاہ آبادی کا یہ شعری مجموعہ مہذب اردو شاعری کے قارئین نیز مذہبی حلقوں میں بے حد مقبول ہوگا۔

۳ر جنوری ۱۹۸۴ء

پروفیسر عنوان چشتی
شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔
نئی دہلی ۲۵

مقامِ صابرؔ شعر میں بیاں ہے کس قدر برتر

از :- حضرت علامہ عطاؔ کلیانوی

یہ صابرؔ ہیں سخن گوئی میں رکھتے ہیں یدِ طولیٰ
یہ شاعر ہیں، دکن میں ان سے ہے نام شعرا زندہ
جمالِ فکر و فن سے گیسوئے اردو کو زینت دی
جو لفظوں کو نزاکت دی، معانی کو لطافت دی
رخِ زیبائے اردو کے لئے خونِ جگر بخشا
کلامِ خاص سے معنائے اردو کو اثر بخشا
دکن میں آپ بھی اردو کے اک سرگرم خادم ہیں
بہت اردو پہ قادر ہیں بڑے اردو کے عالم ہیں
بہ فیضِ چشتیہ اک سلسلہ انوار کا پایا
پتہ ذات و صفاتِ حق کے سب اسرار کا پایا
کھلی آنکھیں جو ان کی، ہاتھ میں لوح و قلم پایا
سفیر اللہ حسینیؒ پیر کا نقشِ قدم پایا

رسولِ پاک کی الفت میں یہ آنسو بہاتے ہیں
ہمیشہ ان کی مژگاں پر ستارے جگمگاتے ہیں
محبت ان کا مسلک ہے تواضع ان کی عادت ہے
انھیں اللہ والوں سے بہت عشق و محبت ہے
زمانے میں بہت پاکیزہ ان کی شخصیت نکلی
قلم سے خوب تر، تصنیف نعت و منقبت نکلی
ہے ان کی نعت گوئی کی بہت شہرت زمانے میں
حقیقت ہی حقیقت پا رہا ہوں اس فسانے میں
خلیق ایسے ہیں بے حد، میں نے ان کو منکسر پایا
قسم کھا کر کہوں گا یہ نمونہ ہیں شرافت کا
یہ میلادالنبیؐ کی مجلسیں اکثر سجاتے ہیں
عقیدت سے بہ شانِ مصطفےٰ نعتیں سناتے ہیں
خدا نے ان کو بے شک نغمۂ داؤد بخشا ہے
بحمد اللہ اپنے فضل سے سب کو نوازا ہے
مقام صابر شہ میں بیاں ہے کس قدر برتر
فرشتے پڑھتے ہیں صلے علیٰ ان کے ترنم پر
دیا ہے ساتگیں کیف پر ور، مست کر ڈالا
تہی خمخانہ تھا کب سے اُسے واللہ بھر ڈالا

عطا کیونکر کہے تفصیل سے جو اُن میں خوبی ہے
"نجاتِ نفس کی" ضامن[۳] یہ ان کی نعت گوئی ہے

الٰہی ان کے ہر ہر کام میں ہو جائے آسانی
برائے نعت گوئی عمر صابر میں ہو طولانی

۱۔ میرے استاد سخن حضرت علامہ شفا گوالیاری مرحوم و مغفور
۲۔ میرے پیر و مرشد الحاج حضرت قبلہ سید شاہ سیف اللہ حسینی بندہ نوازی علیہ الرحمہ۔
۳۔ مجموعۂ نعت و منقبت۔ "ضامنِ نجات"

عرضِ مصنف

ہر سانس شکر و احسان ہے مالک کُن فیکون کا جس نے ناسازگار حالات کے باوجود نہایت قلیل عرصہ میں میرے اس تیسرے مجموعۂ نعت و منقبت "ضامنِ نجات" کو بفضلہ شایع فرمادیا۔ ان تینوں مجموعوں کے علاوہ قومی نظموں کے ایک مجموعے اور نظم و غزل کے ایک مجموعے کی سب ۱۹۷۳ء سے ۱۹۸۳ء کے دوران ہی اشاعت عمل میں آئی جس سے اردو کی ادبی و ثقافتی مقبولیت ثابت ہے۔

—— سائنس اور ٹکنالوجی کی بعض مفید ایجادات کے مقابلے میں اس کی بکثرت مردم آزار اور روحانیت بیزار ایجادات نے اخلاق و انسانیت کو اس حد تک نابود کردیا ہے کہ الاماں والحفیظ۔ آمین —

چنانچہ آج کا تعلیم یافتہ شخص ماحول کے زیرِ اثر لاکھوں میل دور کے

سیاسی حالات سے باخبری اور اپنے پڑوسی کے مصائب سے بے خبری اپنا فرض سمجھتا ہے گویا ع سارے جہاں پہ تبصرہ، اپنے مکاں سے بے خبر —— عہد حاضر کی ایک علمی و سماجی خصوصیت ہے۔ چنانچہ اس دور کے انفرادی و اجتماعی تلخ تجربات و مشاہدات نے ساری متعلقہ احادیث شریف کو پندرہویں صدی کی صرف فوٹو کاپی نہیں بلکہ ایکسرے رپورٹ XRAY REPORT تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا ہے جس سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب قرآں دور بینی، دروں بینی اور غیب دانی ثابت ہے۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ - اس دعوے کی قرآنی دلیل ہے اور داستان معراج کا حرف حرف اس کی منھ بولتی تفصیل ہے۔ اس کے باوصف یہ سب کچھ عنوان داستاں ہے روح داستاں نہیں۔ عہد حاضر جو اپنی شبانہ روز جوہری و جنگی تیاریوں اور ترقیوں کے سبب عہد عجائب کہلانے کے مرحلے میں قدم رکھ چکا ہے اُس کی دم توڑتی ہوئی روحانیت آج

ع مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق — اور

ع خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے؟! پر تو برابر یقین رکھتی ہے مگر جسکے صدقہ رحمت اور جس کے فیضان دعا کی بدولت، جس روحانیت کا وجود آج بھی باقی و برقرار ہے بفضلہ، وہ روحانیت اب خود اپنے رسول اکرم کے معجزات و معراج پر صد فیصد ایمان نہیں

رکھتی ہے۔ بہ بیں تفاوتِ رہ، از کجاست تا بہ کجاست!

واضح رہے کہ یہ علم جہالت آفریں اور یہ عذاب جاریہ بھی عہدِ جاریہ کی ایک بکردہ خصوصیت ہے۔ چنانچہ موجودہ دورِ اسلامی میں بعض غیر محتاط دینی و جماعتی نظریات نے عمل کی ایمان پر فوقیت کے بہانے ایک ایسا عجیب وغریب فلسفۂ تعلیم و تحقیق تراشا ہے جو ایک عام آدمی کے چاند پر پہنچنے اور لڑکی کے لڑکا ہو جانے پر تو بلا تحقیق ایمان لاتا ہے لیکن اپنے رسولِ اکرم کی اُس آلِ امجد کی مسلّمہ تقدیس و عظمت پر عدم ایمان کے سبب، اس کا احترام کرنے میں تاویلیں تراشتا ہے جس پر وہ خود ہر روز پانچوں نمازوں میں قعدہ کی حالت میں اپنے معبودِ برحق کے سامنے درود پڑھتا ہے۔

اِس نظریاتی دور کا ایک بڑا المیہ یہ بھی ہیکہ اپنی بات منوانے کے جنون میں کوئی صرف کلمہ گوئی کو سب کچھ بتاتا ہے تو کوئی صرف عمل و عبادت کے تحت نماز و روزہ کو روحِ اسلام کہتا ہے کوئی زکواۃ و حج کو حرفِ آخر فرماتا ہے تو کوئی جہاد اور صرف جہاد کو ع۔ ...... دیں ہمہ اوست جتاتا ہے لیکن افسوس کہ ان انتہاپسند علماء اور مشائخین اور واعظین میں بہت کم ایسے ہیں جو ع

بہ مصطفےٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست۔ کی

ازلی و ابدی عظمت و احترام کو روحِ اسلام و اسلامیات بتاتے ہوں،

افراط و تفریط کی اس اندھا دھند فضاء کے تحت وہ دن دور نہیں جبکہ خدانخواستہ نعت گوئی کو شخصیت پرستی کہا جائے اسی لئے اور بخدا صرف اسی لئے یہ حقیر پُرتقصیر یہاں چھوٹا منھ بڑی بات کا گناہ گار ہو رہا ہے ورنہ ع خطائے بزرگاں گرفتن خطا است کا یہ حقیر بھی قائل و معترف ہے۔ لیکن کبھی کبھار ناقابل برداشت اذیت و اندیشہ کے تحت زبان، ہجر کے آداب بھول جاتی ہے۔ اَستغفِرُ اللّٰہ رَبّی۔ آمین

موجودہ اندیشناک حالات کے تحت میری درخواست ہے کہ عصر حاضر کے سنجیدہ اور صالح، مصلحین کرام اور مفکرین کرام اپنا فریضۂ اولیں سمجھ کر ان گمراہ کن نظریات کی مخلصانہ مدافعت میں مذہب و روحانیت کی بقاء کے لئے اس حقیقی ایمان و اطاعت کو عالمی سطح پر بحال فرمائیں جو حسب قرآن و حدیث ہے۔

آج بھی ہو جو ابراہیمؑ سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(علامہ اقبال)

نعت گوئی بے شک آدم بر سر مطلب مدحت رسولؐ ہی کو کہتے ہیں لیکن سیرت کو فقط نظم کر دینا، شعری اعتبار سے تو قابل داد ہے لیکن ایمانی و اسلامی اعتبار سے روحانی کارنامہ نہیں کہلا سکتا کیوں کہ اس تبلیغ کے وہ اہم تقاضے پورے نہیں ہو سکتے جو توسیع و ترقی یقین

ایماں سے متعلق ہیں یعنی نعت گوئی، سیرت نگاری کے علاوہ اسلام کے فرض اوّلین کلمۂ طیبہ کے نصف دوم یعنی "محمدؐ رسول اللہ" کی تشریح و ترجمانی بھی ہے جس کے لئے تر زبانی بھی بہت ضروری ہے تاکہ نعت کا دائرہ اثر وسیع سے وسیع تر ہو اور جو قاری و سامع رسولؐ اکرم کا صرف نام لیوا ہے وہ بفضلہٖ عاشق رسولؐ اور جاں نثار رسولؐ ہو سکے۔

یہی وجہ ہے کہ نعت شریف ایک شعری صنف ہونے کے باوجود فقط فنی و علمی مہارت کی متقاضی نہیں بلکہ نعت گوئی کے لئے رسولؐ اکرم کی ذات سے علمی واقفیت سے زیادہ وقفِ رسولؐ ہونے کو اوّلیت حاصل ہے جو نہ صرف ضامن واقفیت ہے بلکہ دلیل قربت و رحمت بھی یعنی عشق و اخلاص نعت شریف کی فنی یا معنوی خصوصیت نہیں بلکہ ناگزیر ایمانی ضرورت ہے جس کے بغیر دعوئ نسبت تو ممکن ہے لیکن دلیلِ نسبت محال۔ اور دعوئ بے دلیل کی عملی حیثیت بغیر تبصرہ بھی ظاہر ہے۔ چنانچہ آگہی و سپردگی اور اظہار و ایثار کے اسی بنیادی فرق کا علامہ اقبال نے بڑے موثر اور عبرتناک پیرائے میں اظہار فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے!

ے زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں! اس سے اندازہ فرمائیے کہ نعت خوانی یا نعت گوئی میں "زبان" کا کتنا حصہ ہے اور دل و نگاہ کا کتنا؟!

زبان بے شک کسی کو مسلمان تو ظاہر کر سکتی ہے لیکن ثابت نہیں کر سکتی۔ اسکے لئے مکمل باطنی انقلاب کی ضرورت ہے جس کا دارومدار توفیق و تعمیل ہر دو خصوصیات پر ہے جسکے خوشگوار امتزاج کا روحانی نام عشق بھی ہے۔

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات
(علامہ اقبال)

جو فکر عقل پر مبنی ہوتی ہے۔ وہ فنی و علمی اعتبار سے کتنی ہی وزنی کیوں نہ ہو۔ لیکن عشق و روحانیت سے محرومی کے سبب سخت بے کیف و بے اثر ہوتی ہے۔ اور جو تصنیف نتیجۂ عشق ہوتی ہے۔ وہ ع من ندانم فاعلات فاعلات کے باوجود تخلیقی جذب واثر اور بصیرت افروز خصوصیت کی حامل ہوتی ہے۔

اس نقطۂ نظر سے سوچئے تو اقبال کو اقبالِ ادب بلکہ علامۂ مشرق ثابت کرنے میں اُن کی جملہ بصیرتوں کا اتنا دخل نہیں جتنا تنہا عشق کا ہے۔ الغرض نعت گوئی علم و فن سے زیادہ توفیق اور ترتیب کی متقاضی ہے۔ جو ہر کس و ناکس کو میسر نہیں۔ اسی حقیقت کو شدت سے محسوس کر کے نعت گوئی کے سلسلے میں مرزا غالب نے بڑی حکیمانہ اور نکتہ رس بات کہی ہے جو اعترافِ عجز نہیں بلکہ عروجِ آگہی کا روحانی ثبوت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم

کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

غالب کے مقطع سے ظاہر ہے کہ توصیفِ رسولؐ کیلئے رسولؐ سے مکمل واقفیت بنیادی و مرکزی خصوصیت ہے جو ہمہ وقتی و حقیقی تعلق کے بغیر نا ممکن ہے۔ اس اعتبار سے سوچیئے تو واضح ہوتا ہے کہ توصیفِ رسولؐ و تعظیم رسولؐ اور ان سے بڑھ کر تعارفِ رسولؐ دراصل کارِ ہما شما نہیں بلکہ وصفِ خداوندی ہے۔ جس سے بندے کا عہدہ برآ ہونا معلوم۔ چنانچہ حضرت آوج یعقوبی مرحوم بھی اس تعلق سے کہتے ہیں ؎

اللہ نعت گو ہے تو جبریل نعت خواں

دونوں کے درمیان بھلا اوج ہم کہاں

تو معلوم ہوا کہ نعت گوئی کیلئے بنیادی طور پر تین خصوصیات کی ضرورت ناگزیر ہے (۱) رسول اکرمؐ سے مکمل واقفیت (۲) جذبۂ تعظیم و احترام (۳) توفیق و توازنِ اظہار۔ اور ان تینوں خصوصیات پر جو خصوصیت قابلِ ترجیح ہے وہ عشق اور صرف عشق ہے۔ ان خصوصیات نعت گوئی میں افراط و تفریط سے مکمل گریز و پرہیز کے بغیر نعت گوئی نعت گوئی نہیں کہلا سکتی۔

نعت بنیادی طور پر تالیف ہوتی ہے کیونکہ وہ قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوتی ہے۔ اور مجموعی طور پر یہ تصنیف و تخلیقی جذب و اثر کی بھی حامل ہوتی ہے۔

دیگر تمام انبیائے کرام کے مقابلے میں حضور اکرمؐ کو جو بے مثال انفرادیت اور مستقل یکتائیت بفضلہ حاصل ہے اس کی پُر اثر ترجمانی میں (خصوصاً ترزبانی کے اعتبار سے) مندرجۂ ذیل شعر اس مضمون کے سینکڑوں اشعار پر واضح فوقیت رکھتا ہے۔ بیاناً بھی اور معناً بھی۔

دل، کشتہ یکتائی عشقت ، وگرنہ
در پیشِ تو آئینہ شکستن ہنر بود!

یہاں صرف جمالِ محمدیؐ کو خدا دائی نور کے اعتبار سے "آئینہ شکن" بتانا ہی مقصودِ شاعر نہیں ہے بلکہ یہ بھی کہ عکس چونکہ شخص کی حمائلث اور شخص کیساتھ دوئی کی حیثیت رکھتا ہے جو نگاہِ عشق میں ناممکن ہے۔ اسی لئے شاعر کہہ رہا ہے کہ جمالِ محبوب کی تاب نہ لاکر آئینے کا پگھل جانا میرے لئے قطعاً حیرت انگیز نہیں ہے۔ کیونکہ آئینے کے نہ پگھلنے سے عکس "وحدت" میں دوئی کا پہلو پیدا کرتا ہے جو شاعر کے تجربے کے مطابق یکسر ناممکن ہے کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ سارے جہانوں میں خدا کے بعد حضور اکرمؐ کی عظمت وحیثیت فقط "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" ہی کی حامل نہیں ہے بلکہ وہ حضورِ اکرمؐ کو تمام بندوں میں وحدہٗ لاشریک کی حد تک منفرد و بے مثال مانتا ہے۔

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگرے

اصول اور عشق بنیادی طور پر اور مجموعی طور پر دو جداگانہ صفات

ہیں۔ اصول محدود و سخت گیر ہوتا ہے۔ اور عشق لامحدود اور وسیع النظر۔ اصول میں آداب کو اولیت حاصل ہے۔ اور عشق میں اخلاص و سپردگی کو۔ اصول قربانی دینے کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اور عشق قربان ہونے کا جنون رکھتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ عہدِ موسیٰؑ کے چرواہے کا آدابِ گفتگو کے خلاف اپنے معبود کو مخاطب کرنا اور اس اصول شکنی پر پیغمبر وقت حضرت موسیٰؑ کا چرواہے کو ڈانٹنا۔ اور انجام کار دربنائے عشق اچرواہے کی بے اصولی کی اللہ کی طرف سے قبولیت اور اسکے مقابلے میں اصول پسند احضرت موسیٰؑ کو ڈانٹ۔ ثابت کرتی ہے کہ اللہ کے نزدیک عشق نسبتاً زیادہ معتبر و معیاری ایمان و ایقان ہے۔

اسی قسم کا ترجیحی و امتیازی عالم نعت شریف میں وانستہ افراط و تفریط کے بجائے اکثر و بیشتر حضور اکرمؐ سے بے حد و بے کراں عقیدت و محبت کی بناء پر پایا جاتا ہے۔ جسکو اصول کی اصطلاح میں غلو۔ اور محبت میں عشق کہا جاتا ہے۔ اسی لئے۔ اصول کی ساری اصطلاحِ ظاہری اہمیت کے باوصف نعت شریف کی تہہ دار اور باطنی عقیدت کو شرعی باریک بینی سے ناپنا گویا عشق کو عقل کی ترازو میں تولنا۔ اور ہیرے موتی کو سونے کی کسوٹی پر گھسنا ہے۔ جس کا انجام معلوم۔ ان تمام دعوؤں کی دلیل میں یہاں اکابر شعرائے کرام کے وہ اشعار ملاحظہ فرمائیے جو عقیدت و محبت کی بناء پر اصولوں کی حدوں اور آداب کی سرحدوں سے

مجاز ہیں۔ لیکن اسکے باوجود اپنی عشقیہ، نورانی چمک اور دمک کے اعتبار سے نہ صرف زبان زد خاص و عام ہیں بلکہ کئی نعتیہ اشعار کے ماخذ بھی ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے علامہ اقبال کے یہ اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

بمصطفیٰ ؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبیت!

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ این جا!

اہلِ رسول ؐ اور اہل طریقت کو چھوڑیئے۔ جو رسول اکرم ؐ سے غلامانہ عشق و عقیدت اور والہانہ قربت کی بناء پر تعلیم رسول ؐ و توصیف رسول ؐ میں شرعی حدود کا پاس رکھتے ہوئے بھی کبھی کبھار شدت و جذباتیت کے سبب بے قابو ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ یہی جوہر عشق صرف اہل طریقت ہی کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ اُن حضرات میں بھی بفضل تعالیٰ پایا جاتا ہے جو اہل طریقت ہونے کے اعتبار سے شہرت نہ رکھتے ہوئے بھی رسول اکرم ؐ اور ان کی آل اکرم سے بے کراں عقیدت و محبت رکھتے ہیں جسکے نتیجے میں یہ بھی اپنے عشق کے اظہار میں اپنے محبوب و ممدوح کی ایسی ہی تعریف و توصیف کرتے ہیں جیسا کہ اکثر اہل طریق۔ چنانچہ حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمہ جیسے سخت گیر اور باریک بین ماشریعت پسند شہنشاہ کا حضرت سید نا خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ

کے متعلق یہ تاریخی شعر جو آج تک بارگاہِ بندہ نوازؒ پر کندہ و منور ہے یہاں
آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

نیست کعبہ درو کین جز درگہہ گیسو درازؒ
بادشاہِ دین و دنیا تا ابد بندہ نوازؒ

اس شعر میں واضح طور پر بندے کے گھر کو خدا کا گھر کہا
گیا ہے۔ اور پھر خدا کے گھر کے لئے بھی وہ مخصوص اور وہی شرعی لفظ
استعمال کیا گیا ہے جو صرف اور صرف بلکہ صد فی صد مکۂ معظمہ میں
موجود منور بیت اللہ شریف ہی کیلئے مختص ہے۔ لیکن اسکے باوجود
عالمگیر علیہ الرحمہ کا یہ شعر عقیدت و حقیقت ہر دو اعتبار سے نہ صرف
بجا و برحق ہے بلکہ خواجہ شناسی کے اعتبار سے حضرت عالمگیرؒ کے
حق میں قابل داد بھی ہے اور مستحقِ دعا بھی۔ کچھ یہی حال ان تمام نعتیہ
اشعار کا بھی ہے جو شریعت کے کھوٹے میں صد فی صد فٹ نہیں
ہوتے لیکن اسکے باوجود اپنی ایمان فروز خصوصیت کی بناء پر اور تو
اور کئی خاصانِ خدا اور بیشتر اہل اللہ کے نزدیک بھی قابل داد و دعا ہیں

اُصول کی ساری مذکورہ محدودیت اور عشق کی تمام تر مذکورہ
لامحدودیت کے باوصف یہ حقیقت ثابتہ ہمیشہ پیش نظر ہونی چاہئے
کہ لامحدودیت بھرے عشق سہی لیکن ہر لامحدودیت کو عشق نہیں کہا
جاسکتا۔ اسی لئے مندرجہ بالا عشقیہ و نعتیہ اشعار کی معیاری و معتبر فہرست

میں وہ غیر سنجیدہ اشعار ہرگز درج نہیں ہو سکتے۔ جو عظمتِ رسولؐ کے بجائے
ذاتی نسبتِ رسولؐ ظاہر کرنے کی دُھن میں قرآن و حدیث کا خیال کئے
بغیر کہے گئے ہیں۔ کیونکہ نعت گوئی کے دوران جتنی ضرورت نسبت رسولؐ کی
ہے۔ اتنی ہی اہمیت پاسِ شریعت کی بھی ہے۔ ورنہ شریعت کی نافرمانی
کرکے شارع کی خوشنودی کی یا رضائے الٰہی کی امید کرنا محض وعبث ہے۔
چنانچہ بیشتر اکابر نعت گو شعرائے اردو و فارسی نے سرکارِ دو عالمؐ کی تخلیق
حسب قرآن نورِ حق سے ہونے پر ان کی عدمِ بشریت کے متعلق کئی معیاری
و مدلل شعر کہے ہیں۔ لیکن اس کے باوصف۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ...
... کا فرمانِ قرآنی سرکارِ دو عالمؐ کی ترسٹھ سالہ جسمانی زندگی پر
حرف حرفِ آخر نہیں بلکہ قیامت تک کیلئے قول فیصل ہے۔

چنانچہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جو نعتیہ شعر کہے جاتے
ہیں اور وہ ساتھ ہی جذبۂ عشق کے بھی حامل ہوں تو یہ اشعار نسبتاً بہت
زیادہ وقیع اور مستحق رحمت ہوتے ہیں۔

مداحِ رسولؐ اور عاشقِ رسولؐ کا ایک اہم بنیادی
فرض یہ بھی ہے کہ وہ محبوب و متعلقین محبوب کی مداحی کے علاوہ اس
کے احکامات و ہدایات بلکہ اس کے پسندیدہ و غیر پسندیدہ امور کا بھی
لحاظ رکھے جو خصوصاً صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا امتیازی
وصف تھا۔ جس کا ثبوت یہی کیا کم ہے کہ میدانِ جہاد جیسے ہوشربا مقام

پر بھی مجاہدین کا ترکِ مسواک خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ نے گوارا نہ فرمایا۔
اور اُسے بحال کرنے کا حکم دیا۔ جس پر مجاہدین کی تعمیل سے سُنّت کی فضیلت
پر اہلِ رسولؐ کا ایقان ثابت ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے مندرجہ ذیل اشعار
نعت معتبر و معیاری کہلانے کے مستحق ہیں۔

چلے تو چاند رُکے تو ہواؤں جیسا ہے
وہ شخص دھوپ میں دیکھو تو چھاؤں جیسا ہے (نامعلوم)

یہہ مطلع جدید رنگ سخن کا حامل ہو کر بھی
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ کے اعتبار سے
رحمتِ کونین پر اس قدر صادق آتا ہے کہ بس جزاک اللہ۔ آمین
اسی طرح یہہ مندرجہ ذیل شعر بھی ملاحظہ فرمایئے۔

کیا کہوں منہ سے کہ قرآں کا نخہ ہے ورنہ
حمد کا لفظ تو ہونا تھا محمدؐ کے لئے (حضرت صفی اورنگ آبادی)

جوشِ عقیدت کے حدود شکن سیلاب کو اس شعر میں احترامِ قرآن کے
پیشِ نظر جس شدت سے روک دیا گیا ہے۔ وہ بہ یک وقت عقیدت بھی
ہے اور حقیقت و معرفت بھی۔ اس سلسلے میں ایک دو اور نعتیہ شعر ملاحظہ فرمایئے۔
ادا کیا ہو کسی سے حقِ تعریف و ثنا تیرا ۱؎ کہ تر سٹھ سال کا ایک اک پل ہے معجزہ تیرا ۲؎
اُتر کر طور سے موسیٰ چلے آؤ مدینے میں ۱؎ یہاں ممکن ہے دونوں کا تمہیں دیدار ہو جائے
(حضرت آوج یعقوبی)

یہ مطلع و شعر اپنی گہری و والہانہ عقیدت و معنویت کے باوجود کس قدر حقیقت پسند
خراج عقیدت کا باعث ہیں وہ بلا تبصرہ بھی ثابت ہے۔
قارئین کرام! جی نہیں۔ یہ باتیں اصل موضوع سے میری فراموشی کا باعث
بلکل نہیں ہیں بلکہ یہ ساری باتیں میں نے بفضلہٖ دانستہ کہی ہیں تاکہ آپ
کچھ لوں پر میرا طرز نعت گوئی واضح ہو۔ ہر چند زیرِ نظر مجموعے کی نعتیں
و منقبتیں بھی اس کی وضاحت کے لئے کافی تھیں مگر اشاریت و صراحت
کے فرق کے پیش نظر ان ضمنی حقایق کا اظہار بھی قدرے لازمی تھا۔ کیونکہ
سیرِ نبویؐ، حاصلِ اسلامیات ہونے کے باوصف نعت گو سے فکری اعتدال
چاہتی ہے تاکہ نعت اخلاقِ نبویؐ کے علاوہ معاشرے میں صالح دینی رجحان
بھی پیدا کر سکے یعنی یہ کہ نعت میں نہ رسول اکرمؐ کی رسالت و محبوبیت دائمی
متاثر ہو اور نہ ہی احد و احمدؐ کے قرآنی امتیاز پر حرف آئے۔ کیونکہ اس
فکری بے اعتدالی سے نہ رسول اکرمؐ کی خوشنودی ممکن ہے نہ خداوند قدوس کی۔
اسی کے ساتھ نعت گو کے لئے ضروری ہیکہ وہ اپنی نعتوں میں کردار نبیؐ پر بار بار اپنی
ذاتی و شخصی **نسبت** کو ترجیح نہ دے کیوں کر اس سے بعض قارئین کرام اخذ الخواستہ ہی
احساس کمتری اور ندامت بیجا پیدا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے یعنی شاعر اگر
نعت میں رسول اکرمؐ سے اپنی قربت واقعی ثابت کرنے کے لئے "عالم خواب
یا عالم رویا" میں **بفضلہٖ حاصل شدہ** "دیدار رسولؐ" کا اظہار ضروری
بھی سمجھتا ہو تو بلحاظ شکر، انتہائی عجز و نتادگی کے ساتھ اس طرح ہو کہ

محروم دیدار کو بدنصیبی کا وسوسہ نہ ہو۔ ایسی باتوں کا فخریہ اظہار نعت گوئی کے بنیادی مطالبات کے سراسر خلاف ہے۔

میں نے اپنے اس زیرِ نظر مجموعے "ضامنِ نجات" کے سارے نعتیہ و منقبتی کلام کو بحدِ مقدور قرآن و حدیث سے خدانخواستہ مطابقت نہ رکھنے والے جملہ امور سے محفوظ رکھنے کی دخداشاہد ایوری پوری کوشش کی ہے لیکن یہ ساری کوشش بہرحال چونکہ ایک مجھ ایسے پیکرِ خطا و نسیاں کی کوشش ہے اس لئے خدا کی قسم مجھے اپنے اس کلام کے بے عیب و بے نقص ہونے پر ہرگز اصرار نہیں ہے ہاں یہ ہیکہ اس مجموعے کے محاسن کا سارا تعلق فضلِ مولیٰ پر اور رحمتِ رسول صلعم پر ہے اور اس کی جملہ غیر دانستہ و غیر شعوری کوتاہیوں اور سارے معایب کا تعلق تنہا میری ذات سراپا خطا سے ہے۔ چنانچہ میں "ضامنِ نجات" کی ہر خوبی کو فضلِ مولا سمجھ کر اس کی ہر بھول چوک کو معاف کرنے کے لئے ضامنِ نجات رسولؐ اکرم کے وسیلے سے بارگاہِ خداوندِ قدس میں بچشمِ تر دعا کرتا ہوں کہ وہ اس حقیر و ہیچمداں کی اس نذر کو شرفِ قبولیت سے نوازے جو اسکے رسول صلعم اکرم اور حبیب صلعم مکرّم کی مدح و ثنا اور اُس کی آلِ امجد کی تعریف و توصیف پر مبنی و مشتمل ہے۔ لاکھوں بار آمین جسکے متعلق میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔

نہ الفاظ صابر ، نہ آوازِ صابر
کلیم آپؐ کا ہے کلام آپؐ کا ہے!

آخر میں اس مجموعے پر اپنی گرانقدر عالمانہ و عارفانہ آراء گرامی سے مجھ کو نوازنے والے عموماً جملہ بزرگوں کا اور علی الخصوص خواجۂ موجودہ سلطانِ دکن حضرت قبلہ سجادہ نشین مدظلہ العالی درگاہ حضرت سیدنا خواجہ بندہ نواز رحمت اللہ علیہ، و نیز جناب پبلیکیشنز گلبرگہ اور علی الخصوص عزیزم حامد اکمل صاحب اور حضرت علامہ عطا کلیانوی کا بھی دل سے ممنون و شکر گذار ہوں۔

انہیں کے ساتھ اس مجموعے کی اشاعت کے لئے عموماً کرناٹک پبلیکیشنز شاہ آباد کے جملہ عہدہ داران و ارکان کا خصوصاً محترم محمد یونس سیٹھ صاحب (صدر) جناب ڈاکٹر رزاق اثر (معتمد) اور محترم جناب محب کوثر (رکن) اور محترم لعل احمد کولارکر اور محترم محمد چودھری اینڈ برادرس کا بے حد شکر گذار ہوں۔ جزاک اللہ۔ آمین۔

صابر شاہ آبادی

شاہ آباد (ضلع گلبرگہ)

حمد شریف

ترا نام راحتِ قلب و جاں، تری شان جلّ جلالہٗ
تری ذات حاصلِ دو جہاں تری شان جلّ جلالہٗ

مجھے عاجزی کا شعور دے یہ کلیدِ رحمت انہیں بھی دے
جو نہیں ہیں تیرے مزاج داں، تری شان جلّ جلالہٗ

جو تجھی کو اپنا قبلہ کہیں جو تجھی کو حاجت روا کہیں
نہ بنیں وہ عاجزِ دیگراں، تری شان جلّ جلالہٗ

تو خلیل ہی کا نہیں اگر مرے سوزِ غم پہ بھی کر نظر
مری لاج رکھ سرِ دشمناں، تری شان جلّ جلالہٗ

مجھے کچھ تو موقعِ شکر دے مرا حق نہیں ہے تو بھیک دے
بہ طفیلِ سرورِ دو جہاں، تری شان جلّ جلالہٗ

مرا دل کرے گا تری ثنا جو بوقتِ نزع رکے زباں
یہ نہ ہو تو عمر ہے رائیگاں، تری شان جلّ جلالہٗ

میں وہی ہوں صہبا غم زدہ، مجھے کیا ضرورتِ التجا
کہ تو مجھ سے بڑھ کے ہے نزدِ جاں، تری شان جلّ جلالہٗ

قرآنِ کریم
(مسدس)

صداقت کے لئے جس کی قسم کھلوائی جاتی ہے
تلاوت جسکی معراجِ نظر کہلائی جاتی ہے
وہ جس تحریر میں ساری خدائی پائی جاتی ہے
زباں جس کی خدا کی زباں گنوائی جاتی ہے
خدا کی ذات ہے قرآں، نہیں تصنیفِ رحمانی
کتابی شکل ہے لیکن نہیں مخلوقِ ربانی

کلام اللہ ہونا ہی نہیں ہے شانِ قرآنی
نہیں علم و عمل ہی کے لئے فرمانِ قرآنی
تفکر پر نہیں ہے منحصر، عرفانِ قرآنی
تدبر سے بھی پا سکتے نہیں فیضانِ قرآنی
غرض قرآں کو اپنانے کا گر کوئی قرینہ ہے
خدا توفیق دے "عشقِ محمدؐ" آزمودہ ہے

بغیر رہنما، منزل تو کیا رستہ نہیں ملتا
ذریعہ گر نہ ہو حاصل تو کچھ ذرہ نہیں ملتا

دیدۂ بینا نہیں ملتا ہے جب تک دیدۂ بینا نہیں ملتا
تو پھر قرآن کیا ، قرآن کا نقطہ نہیں ملتا

جہاں اندر جہاں کا "علم دیرینہ" محمدؐ ہیں
تو پھر قرآن کا جب عرش کا زینہ محمدؐ ہیں

اگر حب طریقت، ظرف معیاری نہیں ہوتا
کلام اللہ بھی پیغام بیداری نہیں ہوتا
بہ دوران تلاوت جب یقیں طاری نہیں ہوتا
زباں جاری بھی ہو جائے تو دل جاری نہیں ہوتا

صحیفہ اپنے عاشق کو جدا ہونے نہیں دیتا
قضاء کی ساعتیں بر حق فنا ہونے نہیں دیتا

کلیم اللہ جس رُخ کی تلاوت بھی نہ کر پائے
کتابی شکل اُس کی ہم پہ یوں ہی کیسے کھُل جائے
وہ جس کی ابتدا ہی میں الف اور لام میم آئے
تو صاحب کون ہے قرآن دانی پہ جو اترائے

بشر، غیر البشر سے جبکہ واقف ہو نہیں سکتا
تو پھر طے ہے کہ وہ خالق کا عارف ہو نہیں سکتا

نعتیہ مسدس

پیمبر، سینکڑوں جن کے تعارف کیلئے آئے
ہزاروں سال تک آدابِ استقبال سمجھائے
محبّوں نے مسلسل عشق کے انداز بتلائے
کہ اِن سے ربط و نسبت کا سلیقہ سب میں آجائے
محمد مصطفےٰ کا تب کہیں وقتِ ظہور آیا
ہزاروں سال کی بے نوری نرگس پہ نور آیا

ی سرکار گو موجود تھے سرکار سے پہلے
سکونِ دل مگر حاصل تھا دیدار سے پہلے
مسیحا تھے مگر کامل نہ تھے دلدار سے پہلے
علاجِ غم کی صورت ہی نہ تھی غمخوار سے پہلے
بنام مصطفےٰ نورِ خدا جب فرش پر پہنچا!
عرب نے چاند اور سورج کو گویا مشترک دیکھا

سالت" اصل میں عنواں ہے تفصیلاتِ عظمت کا
معراج کی مانند اک پہلو ہے قربت کا
یقیناً فخر ہے قرآن بھی اُن کی شریعت کا
شفاعت جس طرح اعزاز ہے اُن کی نبوت کا

قیدِ رحمت، تصوّر میں مقید ہو نہیں سکتا
حدیں جس کی مقرر ہوں محمدؐ ہو نہیں سکتا

فقط فرزندِ عبداللہ نہ تھے سرکار بچپن میں
برہنہ رہ نہیں سکتے تھے یہ زنہار بچپن میں
کچھ ایسے منفرد تھے آپ کے اطوار بچپن میں
"رسول اللہ" کہلانے کے تھے حقدار بچپن میں

ازل سے تھی نبوت اس لئے پیدائشی ٹھہری
تو کیا میلاد اُن کی یونہی میلاد النبی ٹھہری!

ازل سے تا ابد اسلام کے بانی محمدؐ ہیں
کہ اس قرآں سے پہلے روحِ قرآنی محمدؐ ہیں
خدا ہی کی طرح بندوں میں لاثانی محمدؐ ہیں
سرِ انسانیت پر تاجِ رحمانی محمدؐ ہیں
تو پھر سوچو محمدؐ مصطفےٰؐ کس صف میں آتے ہیں
جب اُن کے امتی "مشکل کشا" کہلائے جاتے ہیں!

وہ انسانی تصور سے وراء کردار رکھتے تھے!!!
تبھی تو اُن کے دشمن بھی انہیں صادق سمجھتے تھے
وہ جن ہاتھوں سے اُن کے جسم پر پتھر برستے تھے
خدا شاہد انہیں بھی قابلِ رحمت سمجھتے تھے

رسول اللہ کا کیا مرتبہ ہے کون سمجھائے
کہ جب اُن کے عقیدتمند رضی اللہ کہلائے

جسے اسلام کہتے ہیں محمدؐ آشنائی ہے
رسالت، اہلِ امت کی عقیدت آزمائی ہے
کئی اذکار ہیں جن پر عمل پیرا خدائی ہے
خدا بھی جسمیں شامل ہے وہ ذکرِ مصطفائی ہے

دُورِ عرش سے معیار ثابت ہے نبوّت کا
نبی کا روضۂ انور ہے قبلہ ربّ العزّت کا

مقاماتِ محمدؐ ہر تعین سے بری ٹھہرے
پیمبر وہ بھی روح اللہ ان کے اُمتی ٹھہرے
محمدؐ آئے تو جتنے نبی تھے اجنبی ٹھہرے
کہ جیسے بعدِ قرآں سب صحیفے عارضی ٹھہرے

رہا ہے نام اقدس، اُمیوں میں مدتوں شامل
مگر اُن پر کسی کو فخرِ اُستادی نہیں حاصل

رسالت سے ہوا آغاز، شانِ مصطفائیؐ کا
یہی اعزاز ورنہ آخری ہے پارسائیؐ کا
بھلا کیا ذکر اے صابر مری مدحت سرائیؐ کا
خدا جب مدح خواں ہے مصطفٰےؐ کی ناخدائیؐ کا

محمد، وہ نہیں روضہ ہے جن کا فرش عالم پر
محمد، وہ ہیں جن کے نقش پا ہیں عرش اعظم پر

نعتیہ قطعات

(۱)

"محمد" کو میں زندہ جانتا ہوں
وہ حاضر ہیں میں ناظر مانتا ہوں
میں روضے سے نہ واقف ہوں نہ ہوں گا
سگِ در ہوں میں گھر پہچانتا ہوں

(۲)

خرد کہتی ہے کیوں "سایہ" نہیں ہے
میں کہتا ہوں وہ سب جیسا نہیں ہے
خرد پوچھے محمد کیا ہے آخر؟!
میں کہتا ہوں محمد کیا نہیں ہے

نعتیہ خمسہ

اے ضامنِ نجات میں کیا کیا کہوں تجھے
کس کس کی آبرو کا وسیلہ کہوں تجھے
آئینہ کہوں، علوم کا منشا کہوں تجھے
یا آگہی نواز اُجالا کہوں تجھے
کعبہ پڑھے درود کچھ ایسا کہوں تجھے
اے ضامنِ نجات میں کیا کیا کہوں تجھے

"معراج" کیا حدودِ بشر کی نفی نہیں
کیا بزمِ غیب میں تری موجودگی نہیں
"تاویلِ مثلکم" کی بنا رد ہوئی نہیں
تیرے بشر نہ ہونے کی کس کو خوشی نہیں
ذہنی تعینات سے اونچا کہوں تجھے
اے ضامنِ نجات میں کیا کیا کہوں تجھے

کس میں تری جھلک ہے کہ ویسا کہوں تجھے
آخر میں کس رسول کے جیسا کہوں تجھے
قرآن کیا کہے گا جو مولا کہوں تجھے
تو جس پہ مرحبا کہے ویسا کہوں تجھے

کعبہ بھی ہے حدود میں پھر کیا کہوں تجھے
اے ضامنِ نجات میں کیا کیا کہوں تجھے

جس عاجزی سے دور خدائے تمام ہے
اُس عاجزی میں بھی ترا اعلیٰ مقام ہے
دشمن کے ساتھ دشمنی تجھ پر حرام ہے
اس ظرف کا ثبوت خدا کا کلام ہے
دشمن بھی چاہتا ہے کہ اپنا کہوں تجھے
اے ضامنِ نجات میں کیا کیا کہوں تجھے

تُو فاقہ کش یتیم ہے آفت شناس ہے
کل کی طرح تُو آج بھی غربت شناس ہے
"مکے" کا غمزدہ ہے مصیبت شناس ہے
ہجرت کی شکل میں تُو قیامت شناس ہے
بے بس ہوں، بے بسوں کا گزارہ کہوں تجھے
اے ضامنِ نجات میں کیا کیا کہوں تجھے

تُو وجہِ کن فکاں ہے تری ابتداء ہے یہ
تُو حدِ مرسلاں ہے تری ابتداء ہے یہ
تُو روحِ لامکاں ہے تری ابتداء ہے یہ
تُو فضلِ جاوداں ہے تری ابتداء ہے یہ

کیا مجھکو انتہا کی خبر کیا کہوں تجھے
اے ضامنِ نجات میں کیا کیا کہوں تجھے

موجود اپنے آپ کو اور "تھا" کہوں تجھے
رحمت کو کب فنا ہے کہ گذرا کہوں تجھے
قرآن کہہ رہا ہے کہ زندہ کہوں تجھے
میں کس طرح رسولِ گذشتہ کہوں تجھے
ترکِ فنا کی صورتِ اصلی کہوں تجھے
اے ضامنِ نجات میں کیا کیا کہوں تجھے

وہ خود نہیں امام، فقط یا امام ہے
اور پھر ترے غلاموں کا ادنیٰ غلام ہے
پھر اُس کو کیا خبر کہ ترا کیا مقام ہے
یہ سب ترا کلام ہے صابر کا نام ہے
پھر کیوں نہ نام لیوا کا پردہ کہوں تجھے
اے ضامنِ نجات میں کیا کیا کہوں تجھے

نعت شریف

راہ محشر بھی ہے آسان، رسولِ عربی
شرط ہے آپؐ کی پہچان رسولؐ عربی

جو نہیں آپؐ پہ قربان رسولؐ عربی
وہ بھی ہے کوئی مسلمان رسولؐ عربی

ہے جنھیں آپؐ کا عرفان رسولؐ عربی
ہیں وہ کمنکر بھی مسلمان رسولؐ عربی

آپؐ کی بات پہ سب غیب پہ ایماں لائے
آپؐ ہیں ضامن ایمان رسولؐ عربی

نور، پردے میں رہے یا رہے بے پردہ مگر
اس کی فطرت میں ہے فیضان رسولؐ عربی

آپؐ کی عظمت و رحمت ہے ازل سے جاری
بعد کی چیز ہے قرآن رسولؐ عربی

آپؐ کی بات پہ کلمہ پڑھے کمنکر ہو کر
ہم سے اچھے ہیں وہ بے جان رسولؐ عربی

آپؐ کی شان میں اترا ہے بشکلِ قرآں
رب کا یہ نعتیہ دیوان ، رسولؐ عربی

کیسے ہو صابرِ مفلس کا مدینہ آنا
آپؐ چاہیں تو ہے امکان رسولؐ عربی

نعت شریف

نہ پوچھو زندہ کیوں کر ہیں، بڑے سرکار ہیں آخر
وہ تا محشر پیمبر ہیں، بڑے سرکار ہیں آخر

قضا اُن کی بھی ثابت ہے مگر وہ رحمت دائم
فنا کی زد سے ہٹ کر ہیں، بڑے سرکار ہیں آخر

ذرا جبریلؑ کو دیکھو، فرشتہ ہو کے باہر ہیں
بشر ہو کر وہ اندر ہیں، بڑے سرکار ہیں آخر

کبھی محبوب پوشیدہ، کبھی مطلوب بے پردا
مسیحائے مکرر ہیں، بڑے سرکار ہیں آخر

بڑا اعجاز تو یہ ہے، قمر کے ٹوٹ جانے پر
وہ شاداں ہیں نہ ششدر ہیں، بڑے سرکار ہیں آخر

فرشتے جس بلندی کا تصور کر نہیں سکتے
وہ اُس سے اور اوپر ہیں، بڑے سرکار ہیں آخر

تعارف کیا، کہاں محتاج ہے اُن کا نبی ہونا
شناسا ان کے کنکر ہیں، بڑے سرکار ہیں آخر

... فرشتے، جن پہ لعنت بھیجتے ہیں خود ضمیر اُن کے
وہ ابلیسوں کے بھی یارو ہیں بڑے سرکار ہیں آخر
گنہگاران محشر خوش ہیں جن کو دیکھ کر صابر
وہ خود بادیدۂ تر ہیں بڑے سرکار ہیں آخر

نعت شریف

مگن ہوں جب فقط نعتیں ہی لکھ کر یار کی خاطر
تو پھر کیا جان دے سکتا ہوں میں سرکار کی خاطر

بدن میں خون رکھ کر آنکھ سے پانی بہاتا ہوں
یہ نذرِ محض بھی قسطوں میں ہے سرکار کی خاطر

نبی کی پیروی سنت ہے لیکن فرض ہے قربت
اگر حاصل نہ ہو تو قہر ہے دیندار کی خاطر

وہ قربت، واقفِ سرکارؐ ہونے سے نہیں ملتی
جو قربت، واقف ہو جانے میں ہے سرکارؐ کی خاطر

خودی کو چھوڑ دے خود کو سپردِ مصطفٰےؐ کر دے
تطر کیا شئے ہے نسبت چاہیئے دیدار کی خاطر

محمدؐ ہی کی پابوسی، انہیں معراج نسبت کی
یہی رنگِ وفا ہو آپؐ کے گھر بار کی خاطر

وہ قربانی عزیزوں کیلئے ہم دے نہیں سکتے
جو قربانی شہ طیبہؐ نے دی اغیار کی خاطر

کہاں ممکن ہے آقا میرا محروم کرم ہونا!
کہ میں پیدا ہوا ہوں آپ کے دیدار کی خاطر

یہاں "مرحوم" کو مردہ نہ کہہ سرکار سنتے ہیں
پھر تو دربے نہ تو دائمی دیدار کی خاطر

نہ کر یا یوسِ رحمت کی نظر کا تذکرہ صابر
محمدؐ آج بھی بیدار ہیں بیدار کی خاطر

نعت شریف

بدن کی چھاؤں یا بدن ہی مرکزِ اماں نہیں
نظر جو ہو تو سایۂ محمدی کہاں نہیں

شریکِ دردِ دل بھی ہے علاج مستقل بھی ہے
خدا گواہ وہ فقط مرے قریبِ جاں نہیں

"عروج" لفظ معتبر ہوا، شبِ عروج سے
کوئی بھی تری طرح مکینِ لامکاں نہیں

پیمبروں کی تھی دعا کہ ہوں غلامِ مصطفےٰ
یہ بجز رنگِ داستاں ہے فخرِ داستاں نہیں

جبینِ باخبر رہی، تعینات میں گھری
جو ہے ترے اختیار میں قبولِ آستاں نہیں

سپردگی کہاں ہوئی بھلا یہ غیر حاضری
نمازِ عشق کے لئے ضرورتِ اذاں نہیں!

طلب سے جو سوا ہو، خدا کرے عطا ہو
کہ صابرِ محمدی گدائے رہ رواں نہیں

نعت شریف

یقیں کرلے تو پہرہ دیکھ کر، سرکارؐ کا گھر ہے

بشر کے حق میں معراجِ نظر سرکارؐ کا گھر ہے

نہ ہے خواہشِ بخشش کا یہ موقع نہیں موزوں

اگر عاشق ہے تو دیدار کر، سرکارؐ کا گھر ہے

خدا کا سجدہ ہے اظہار، جسمانی عبادت کا

یہاں سجدہ نہ کر، سر پیش کر سرکارؐ کا گھر ہے

ملے گی جنتِ مشروط وہ بھی بعدِ محشر کے

جو چاہو آج ہی جنت اگر، سرکارؐ کا گھر ہے

یہاں آنکھوں کو نظریں اور نظر کو دید ملتی ہے

نہ کر فریاد اپنی مختصر، سرکارؐ کا گھر ہے

گنہ جتنے سہی لیکن نہ ہو مایوس اس در سے

نہیں یہ صرف پیغمبر کا گھر، سرکارؐ کا گھر ہے

خدا کا گھر، کبھی بیت المقدس اور کبھی کعبہ

نہیں ہٹتا جو مرکز سے وہ گھر، سرکارؐ کا گھر ہے

حرم کہتا ہے صابرؔ گردشِ دوراں سے بالاتر

کوئی گھر ہے تو وہ المختصر سرکارؐ کا گھر ہے

نعت شریف

جب یاد محمدؐ جی کی آوئے، من اندر گھبراوت ہے
اگنی کا کیا کارن بولوں، نام تو اُن کا رحمت ہے
پڑھ صلی اللہ علیہ وسلم من جب جب گھبراوت ہے
پریت جو ہو تو نام جپن بھی کبیرہ پار لگاوت ہے
آ کر تو محمدؐ کے دوارے جاں دے کیوں گھبراوت ہے
یہ آدم تو کہیں بھی جاوت ہے یاں جاؤ تو کام آوت ہے
جب پاؤں اٹھیں اور جی بیٹھے، آثار ہیں یہ سب کعبے کے
پلکوں میں جہاں دل آ جاوے سمجھو کہ مدینہ آوت ہے
نعتوں میں طلب ہے کوثر کی، پہچان ہے یہ دانشور کی
دم نغائب، درشن جاری ہے درویش کی یہ پہچانت ہے
من تیرا مارے مارے ہے تو مرکز پہ کب قائم ہے
جب تو ہی باہر باہر ہے پھر ساجن کیا گھر آوت ہے
یادوں میں پانی ہو آئے جب جب بھول کوئی تم سے
صابر مجھے سرورِ امت کی سنگت کا دن یاد آوت ہے

نعت شریف

جس صدی میں بھی نہیں ہے غمِ ایام کے ساتھ
صرف وہ دل ہے جو وابستہ ترے نام کے ساتھ

جس صدی نے ترے دیدار کی قسمت پائی
اس کی صبحوں کا تعلق ہی نہیں شام کے ساتھ

میرے فاقوں پہ نہ جا، شیوۂ سنت ہے میرا
ورنہ کیا ربط مرا، گردشِ ایام کے ساتھ

جانِ کونین کی رحلت کا یقیں کر لینا
میں سمجھتا ہوں بڑا ظلم ہے اسلام کے ساتھ

تجربہ ہے مرا، یہ بات عقیدے کی نہیں
جو [illegible] فیض کہ پایا ہے ترے نام کے ساتھ

کوئی سمجھے ہے خدا، کوئی نبی، کوئی بشر
حسبِ توفیق، تصور ہے ترے نام کے ساتھ

خود کو بخشش کیلئے تجھ سے جو نسبت رکھے
[illegible] میں جائے گا کتنے بڑے الزام کے ساتھ

اب یہ وحدت ہے کہ دوئی ہے خدا ہی جانے
ہے مگر کلمۂ توحید ترے نام کے ساتھ

تری پہچان کا آغاز ہے لاعلمی سے !!
ابتداء ہوتی ہے قرآں کی الف لام کے ساتھ

کون مداح نہیں قبلۂ صابر تیرا
کتنے مانوس ہیں کنکر بھی ترے نام کے ساتھ

نعت شریف

بات اللہ کی قرآن نے پہنچائی ہے
یعنی اسلام محمد سے شناسائی ہے

ان گنت نعتوں میں وہ بات کہاں آئی ہے
ایک آنسو میں جو تفصیلِ شناسائی ہے

اسکو در سے نہ اٹھاؤ کہ یہ سودائی ہے
ہوش والوں کی جبیں سائی جبیں سائی ہے

جو اسے فکر سمجھتا ہو سمجھ لے لیکن
ان کا دیدار مرا مقصدِ بینائی ہے

قلب کی آنکھ سے نسبت کی رسائی دیکھو
آہ پہنچی ہے تو دہلیز کی بو آئی ہے

ربط یکساں ہے کچھ اس درجہ رسول و رب میں
بس خدا جانے کہ حاصل کسے یکتائی ہے

عبد و معبود میں اس طور پہ یکساں صابر
ذات دونوں کی محمد کی تمنائی ہے

نعت شریف

اُس کو بھی بونئے عرش ملی تیری ذات سے
محرم تھا جو دورِ شعورِ حیات سے

یہ شب شبِ عروج ہوئی کس کی ذات سے
منسوب ورنہ حرف اندھیرے تھے رات سے

کس کو تیرے پاس پہنچکر زباں ملی
اہلِ زباں کو کیا نہ ملے تیری ذات سے

وہ تیرے ابتدائی مقامات پہ ناز ہیں!!
جبریلؑ دور دور ہیں جن سرحدات سے

خوشنودیٔ رسولؐ فقط فاتحہ نہیں
فاقہ بھی منسلک ہے نبیؐ کی صفات سے

روضے سے لوٹ کر بھی جو روضے پہ رہ گیا
وہ ماوراء ہے جسم کی رسمی وفات سے

گھبرا کے جس نے تیرا تصور بھی کرلیا
محفوظ ہوگیا وہ غم کائنات سے

صابرؔ وہ جس نے روضۂ نبوی پہ جان دی
گذرا وہ قسط وار صلواۃ وزکوٰۃ سے

نعت شریف

دلِ بے نوا میں کچھ تو تعلّق کی بو رہے
آنسو تو ہوں کہ آنکھ ذرا باوضو رہے

کعبہ کو پھر اسی کی نہ کیوں آرزو رہے
حُسنین رضؓ پیٹھ پہ رہیں سجدے میں تو رہے

نسبت ہے یہ ازل سے بہ فیضِ سپردگی
دونوں جہاں بھی رہے سرخرو رہے

شائد کہ اس طرف سے طلوع امام ہو
محشر میں عاشقانِ نبی قبلہ رو رہے

تو وہ مسیح نور جو سورج کو حکم دے
ہم تو وہ بھی ہیں کہ تری آرزو رہے

دوزخ مجھے قبول، مگر یہ نہیں قبول
محشر میں میرے واسطے شرمندہ تو رہے

اس التجا میں حکم جھلکتا ہے غور کر
یعنی رسول اور تیرے روبرو رہے

شافع نے حشر میں کہا کس عاجزی کے ساتھ
میرے کریم، عزتِ لاتقنطو رہے

عشقِ نبی میں دل مرا کچھ اس طرح سے جلے
دونوں جہاں میں گنبدِ خضرا کی بو رہے

صابرؔ نبی کی دین ہے یہ چاکِ دل مرا
یہ چاک وہ نہیں، جسے فکرِ رفو رہے

نعتیہ قطعہ

یہ ثابت ہے جسے اللہ کا عرفان ہوتا ہے
اُسے قربانی دیدینا بہت آسان ہوتا ہے
مگر جس کو رسول اللہ کا ارمان ہوتا ہے
وہ قربانی کہاں دیتا ہے خود قربان ہوتا ہے

نعت شریف

[illegible]

[illegible]

تسلسل خائف ہوں کا حرا کے غار سے پوچھو
جنوں کا فیضِ دو عالم، درِ سرکارؐ سے پوچھو

جو پردہ بندہ و رب میں تھا اور وہ بھی ازل سا تھا
شبِ معراج وہ کیسے ہٹا، سرکارؐ سے پوچھو

خودی کی موت یا معراج ہے آقاؐ کی پابوسی
پیامِ عشق، ساقی سے نہیں، میخوار سے پوچھو

غریب مرحوم کو جس نے جلا کر جاودانی دی
خود اس کی عمر بیداری، کسی بیدار سے پوچھو

[illegible] تھے جس نے سنگریزے اپنے ہاتھوں میں
[illegible] غیب دانی اس نبیؐ بیزار سے پوچھو

مکمل جائزہ، نعلینِ اقدس کا نہیں آساں
یہ نکتہ، عرشِ اعظم کی شبِ دیدار سے پوچھو

غلام مصطفےٰ ہونے کی خواہش کی نبیؐ ہو کر
یہ نسبت کیا ہے؟ عیسیٰؑ کے دلِ بیمار سے پوچھو

نعت شریف

وہ جس کے نور کا پیکر میں بس اُس کا یقیں آئے
تو سجدہ کرتے اُن کے در پہ ابلیسِ لعیں آئے

جتانے نسبت جہاں، آئے گر کوئی غلام اُن کا
خرد توبہ کرے اور کفر کے رخ پہ یقیں آئے

"ہدایت" کارِ پیغمبر ہے "رحمت" شانِ معبودی
خدا کا وصف لیکر رحمۃ اللعالمیں آئے

شبِ معراج پر حیرت نہ کر، فی الفور توبہ کر
وہ فرما دیں تو اُن کے گھر یہ خود عرشِ بریں آئے

سرِ خالی کا سجدہ، جائے خالی پر ارے ناداں
نہ ہو عشقِ نبیؐ تو کام کیا داغِ جبیں آئے

بھلے "پتھرے" کی صورت سہی لیکن تعلق تھا
جو ٹوٹا ہے تو دشمن کے مکاں سلطانِ دیں آئے

"رسالت" کی گواہی کیلئے کوئی نہیں آترا!!
مگر "رب" کی شہادت کیلئے شاہِ مبیں آئے

محمدؐ کے وسیلے کی فضیلت یوں بھی ثابت ہے
کہ آدمؑ کامراں ٹھہرے مگر موسیٰؑ حزیں آئے

نبیؐ کی بات پر کنکر جو کلمہ گو ہوئے صابر
وہی حج میں برستے ہیں کہ شیطاں میں یقیں آئے

نعتیہ قطعہ

جو تھا سدا اُدھر وہ اِدھر کیسے ہوگیا

ہو تو گیا ضرور مگر کیسے ہو گیا

محقق وہ نور جس پہ بشر کا گماں حرام

آخر اسی کا نور، بشر کیسے ہوگیا!!

نعت شریف

قابو میں ہو جو بے خودی، عشقِ رسول ہے
ہر فرض کی ادائیگی، عشقِ رسول ہے

سنتے ہی نام بے کلی، عشقِ رسول ہے
بے وجہ آنکھ میں نمی، عشقِ رسول ہے

صوفی وجشیِ مست ہی ایک ہی نہیں
بیدار کی سپردگی، عشقِ رسول ہے

بس ہیئتِ نجات ہیں رسمی عبادتیں
پہچان مطمئنہ کی عشقِ رسول ہے

روضہ پہ حاضری ہے مقدر کی انتہا
رحمت کی حدِ آخری، عشقِ رسول ہے

پرسش کے ڈر سے ہو تو اطاعت ہے جبر یہ
کھل جائے جو خوشی خوشی، عشقِ رسول ہے

احمد جدھر، احمد بھی اُدھر کے یقین سے
کوئے نبی روانگی، عشقِ رسول ہے

مجلس میں نعت خوانی کی توقیر کچھ سہی
مقتل میں نعرۂ نبی، عشقِ رسولؐ ہے

قرآن میں ہے جن کے تقدس کا تذکرہ
ان انبیاء کا وصف بھی عشقِ رسولؐ ہے

صابرؔ یہ معجزہ ہے نہ پیغمبری مگر!
عشقِ رسولؐ کچھ سہی، عشقِ رسولؐ ہے

نعت شریف

یہ دور ہے شامت کا۔ نہ شب ہے نہ سحر ہے
ہمت ہے یہ پھر بھی کہ مسیحا کو خبر ہے

اُس نور پہ کب گذرے، جو نزدیک نظر ہے
میں حسب صحیفہ جو یہ کہدوں کہ بشر ہے

پیغمبر بے مثل کی تشریح تو دیکھو
کہتے ہیں بشر ہی نہیں، ہم جیسا بشر ہے!

روشن جو ہمیشہ ہو، بشر ہو نہیں سکتا
تم شرک کی ہیبت میں سمجھ لو کہ بشر ہے

دنیا میں کسی کے لئے کب وقت رُکا ہے
معراج کا یہ فخر بھی سرکار کے سر ہے

"رحمت" کا تعلق نہ قضا سے نہ فنا سے
خوابیدہ گنبد کی دو عالم پہ نظر ہے

یہ بعد کو معلوم ہوا خلد ہے ورنہ
میں تو یہی سمجھا تھا کہ سرکار کا گھر ہے

آگفت و گم دیں ہے پیدائش نبوی

اور بعد کی تفصیل جنوں. عجب نظر ہے

جو دشمن دیں کیلئے تلوار ہے صابر

اپنے مخالف کے لئے چشم پدر ہے

نعت شریف

محدودِ عرش تھی جو فضیلت ترے بغیر
ثابت ہوئی نہ اس کی حقیقت ترے بغیر

شامل ہے نام کلمۂ توحید میں ترا
لیکن نہیں تصورِ وحدت ترے بغیر

تو ذات سے جدا نہ جدا ہے صفات سے
رب ہے ترے بغیر نہ رحمت ترے بغیر

سردارِ انبیا ہیں غلاموں سی عاجزی
کس کی سمجھ میں آتی یہ سیرت ترے بغیر

پل بھر جو تیرے ساتھ ہے اُس کی نجات ہے
ناقص ہے عمر بھر کی عبادت ترے بغیر

کہنے کو یہ بھی کلمہ گو ہوئے کب کے ترے سبب
بوجہل پر ہے آج بھی لعنت ترے بغیر

بندوں کو اپنے رب کی شباہت تو درکنار
ملتی نہ عرش کی بھی وضاحت ترے بغیر

یہ برتری کسی بھی نبیؑ کی نہ مانتے
مشکل تھی انبیاءؑ کی امامت ترے بغیر

جنگِ اُحُد بھی دعوئ صابری کی ہے دلیل
ہے جیت میں بھی ہار کی ذلت ترے بغیر!

علیؓ خاصانِ رب میں بھی بہت ارفع و اعلیٰ ہیں
کہ رضی اللہ عنہٗ کرم اللہ آپ تنہا ہیں!
شجاعت میں جہاں سرکار والا شیرِ مولا ہیں
وہیں علمائے امت میں بحمد اللہ یکتا ہیں!

مگر سب سے بڑا اعزاز ہے جو شیرِ خیبرؓ کا
وہ اہلِ بیتؓ و داماد علیؓ ہونا ہے کا

نبیؐ کے بعد حیدرؓ ہی سراپائے بصیرت ہیں
تجاوز کے مخالف اور توازن کی علامت ہیں
طریقت کے علمبردار یعنی باشریعت ہیں
خلیفہ آخری ہو کر بہ شانِ اولیت ہیں

علی نے عمر بھر توحید کا انداز سمجھایا
شہید یار ہو کر لا الٰہ کا راز سمجھایا

علیؓ سے نسبت قلبی، دلیل کامرانی ہے!
خودی کے نام پر بے اعتنائیٔ نامرادی ہے
خودی اور بے خودی کا مسئلہ گو اختلافی ہے
مگر مشکل کشاؓ کا سلسلہ دونوں پہ حاوی ہے

وجودِ حیدریؓ کو اس طرح بانٹا نہیں جاتا
علیؓ کے بازوؤں میں فاصلہ دیکھا نہیں جاتا.

علیؓ کا نام لیتے ہی شجاعت یاد آتی ہے
شجاعت پر جو لکھے تو خلافت یاد آتی ہے
خلافت باقی رہتی ہے ولایت یاد آتی ہے
ولایت کے تصور سے عبادت یاد آتی ہے
سرا حل ہو جائے ممکن ہے، سراپا غیر ممکن ہے
علیؓ کے ظرف کا صابر احاطہ غیر ممکن ہے

علیؑ کے دور سے پہلے بھی طاعت پوری پوری تھی
بصیرت تھی، عقیدت تھی، مگر نسبت سے دوری تھی
عبادت عشق سے آگاہ ہو کر بھی عبوری تھی
اطاعت کی علیؑ کے ہاتھ پر بیعت ضروری تھی

علیؑ اسلام میں ذوقِ زیارت کا اضافہ ہیں
رسولؐ و رب کی دنیا میں ولایت کا اضافہ ہیں

محمدؐ کے قدم سے دہر میں اسلامیت آئی
علیؑ کے معجزے سے اسلام میں روحانیت آئی
فقط سجدوں سے قابو میں کہاں شیطانیت آئی
علیؑ کا ظرف تھا کہ نفس میں للٰہیت آئی

نبیؐ کو عرش بلوائے، شریعت کا طریقہ ہے
خدا کا بندے کے پاس آئے نسبت کا تقاضہ ہے

خدا پر خوب روشن ہے کہ بندے کی رضا کیا ہے
عطا کے سلسلے میں پھر بشر سے پوچھنا کیا ہے
کرم کے وقتِ آخر مستحق کو کھوجنا کیا ہے
صلہ منظور ہو جانے پہ تاخیرِ صلہ کیا ہے

خدا چاہے کہ اس کے در پہ بندے کی انا ٹوٹے
علیؑ کہتے ہیں مولا، بھیک کا یہ سلسلہ ٹوٹے

شہادتِ عظمیٰ کا ایمانی و عصری تقاضہ
(مسدس)

پھر رونما یزیدی جسارت ہے ان دنوں
ہر گام پر حسینی ضرورت ہے ان دنوں
اہلِ عصاء کی دیکھیے تو کثرت ہے ان دنوں
لیکن کلیمؑ محض روایت ہے ان دنوں
ذہنِ یزید شر ہے برابر لیے ہوئے
لیکن کوئی حسینؓ نہیں سر لیے ہوئے

جن اہلِ حق پہ فرض ہے فتنوں کا انسداد
صدیوں سے ہے انہیں میں عجب باہمی فساد
اخلاص جن میں عام تھا عنقا ہے اتحاد
کیونکر رہے حسینؓ کا ایسوں پہ اعتماد
ہے صدیوں سے دسویں محرم کی تیرگی!
اب تک خبر نہیں ہے غروبِ یزید کی!

دنیا ہمارے ظرف سے مرعوب ہے کہاں
غیرت ہمارے نام سے منسوب ہے کہاں
لاکھوں میں کوئی غازئ مطلوب ہے کہاں
اس پر بھی ہم میں بے حسی معیوب ہے کہاں

اب تو حسینیوں کی ہے تعداد بے مثال
ہے بازیابئ بیتِ مقدس کی کیوں محال

حضرت حسینؓ ہیں کہ گذر کے بھی زندہ ہیں
ہم جیتے جی ضمیر کے مارے ہیں مردہ ہیں
یعنی شکست خوردہ نہیں زنگ خوردہ ہیں
دشمن کی گھات میں بھی فراموش کردہ ہیں

تو ہی بتا خدا کے لیئے اے غمِ حسینؓ
ماتم ہمارا پہلے ہو یا ماتمِ حسینؓ

اس پہ بھی بھائی بھائی نہیں ہو سکیں گے ہم
کب اس کے باوجود حسینی رہیں گے ہم
پھر آئیگا آج ہی یہ طے کریں گے ہم
کہ آنچ نام آل پہ آنے نہ دیں گے ہم

اے امتِ عظیم کے خاصانِ محترم
اب بھی نہ ایک ہوں گے تو کب نیک ہوں گے ہم

نعت شریف

در پہ جا کر بھی جو محرومی در ہوتی ہے
جان نثاری کے ارادے میں کسر ہوتی ہے

ہم ہی واقف نہیں خوشبوئے نبیؐ سے ورنہ
بند مٹھی کے بھی کنکر کو خبر ہوتی ہے

جان جائے کہ رہے، خشک نہ ہوتے دے اسے
چشم تر اُن کی نظر میں گل تر ہوتی ہے

کعبہ، طاعت کیلئے، طیبہ ہے توبہ کے لئے
غم بخشش ہے جو اِس در پہ بسر ہوتی ہے

کرب اُمّت سے بھلا بے خبری کیا معنے
جب کہ آقاؐ کو درودوں کی خبر ہوتی ہے

لفظ بے معنی ہے دیدار خدا اُن کے بغیر
جن کے دیدار سے تصدیق نظر ہوتی ہے

شام اور شب نہیں طیبہ میں، یہاں آٹھوں پہر
مختلف ناموں سے قسطوں میں سحر ہوتی ہے

دید سرکارؐ نہ ہو بھی تو بجا ہے صابر
ہوش اُڑتا ہے تو اصلاح نظر ہوتی ہے

حسینیات اور پندرھویں صدی

خدا شناس، خدا کو بھلائے بیٹھا ہے
یہی وجہ ہے کہ انساں ستم رسیدہ ہے
غمِ حسینؑ سے پرہیز کا نتیجہ ہے
کہ پورا دورِ محرّم سے ملتا جلتا ہے
نہ حرصِ مال نہ معمول میں کمی آئی
خدا معاف کرے پندرھویں صدی آئی

کہاں ہے آج مسلماں، سمجھ میں آتا ہے
کہ اس کے نام سے اسلام منہ چھپاتا ہے
کبھی ملول تھا اب مرثیہ سناتا ہے
غمِ حسینؑ یہ کرتا نہیں مناتا ہے
رہا نہ جب سے مسلماں کا دل غریبانہ
ہوئی یہ شامِ شہادت بھی رسمِ سالانہ

نجاتِ غم کا بہت خوب سلسلہ ڈالا
بنامِ شرک جو اسلاف کو بھلا ڈالا
فریبِ دل جو نبی خانہ تھا جلا ڈالا
ہمارے جہل نے کونین کو رلا ڈالا

ضمیر بھانپ کے موقع پرست آنکھوں سے
یزید ڈرنے لگا ہے ہمارے چہروں سے

یزیدؔ بہر خلافت، حسینؓ دشمن تھا!
اُسے جنونِ قیادت تھا گرچہ رہزن تھا
غرض ضمیر فروشی یزید کا فن تھا
جو ملک و مال کی خاطر خودی سے بدظن تھا

کہو حسینؓ سے ہم کس لئے گریزاں ہیں
جواب یہ ہے کہ ہم زیرِ غور انساں ہیں

حسینیات کہاں اور مری اڑان کہاں
کہاں وہ جانِ محمدؐ، یہ بد زبان کہاں
مری بنائی ہوئی آہوں میں کوئی جان کہاں
کہ آنکھ سرخ نہیں، دل لہولہان کہاں

غمِ حسینؓ کا صابر جو مجھ پہ قرضہ ہے
ادا کرا سکے گا مولا، مرا عقیدہ ہے

منقبت شریف

به شان شہنشاہِ دکن حضرت خواجہ بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ

کوئی بندہ یوں ہی کہلاتا نہیں بندہ نواز رح
خود تمہارا نام ہے میری مُرادوں کا جواز

جس طرح آقا ہیں میرے خواجہؒ با امتیاز
میں بھی ہوں سارے غلاموں میں باندازِ ایاز

راہ عرفاں میں کہیں حائل نہ ہو یہ فتنہ ساز
تم نے پہلے نفس کی میّت پہ پڑھ لی تھی نماز

زخم ناخوردہ میں مشکل ہے شعورِ عاشقی
اک شکستہ دل ہی جانے عظمتِ آئینہ ساز

یہ حقیقت ثابتہ ہے کہ بفضلِ ایزدی
جذب کی ہے روضۂ خواجہ رح نے خوشبوئے حجاز

زندگی کی دھوپ نے مجھ کو کہاں پہنچا دیا
ورنہ مجھ سا بے نوا اور سایۂ گیسو دراز رح

جس مسلسل کیف کے صابرؔ بہت پیاسے ہیں
کیا کہوں کیسے بلا یہ صدقۂ گیسو دراز رح !

منقبت شریف

بشان حضرت سیدنا خواجہ ابوالفیض رحمۃ اللہ علیہ بندہ نوازی، بیدر

ملتی نہیں توفیق، کسب سے نہ نسب سے
یہ بندہ نوازی ہے میسّر ہمیں رب سے
در پردہ عطا کیجئے، پشیمان ہیں کب سے
کچھ ہاتھ جو واقف نہیں آدابِ طلب سے
سائل کی طرح وہ جو نہیں مانگتے رب سے
بے واسطہ کچھ کہتے نہیں، اپنے ہی رب سے
اوروں سا کرم تجھ پہ بھی، صدقے میں اُسی کے
اس در کا تعلق ہے جو سلطانِ عرب سے
مردہ کو جلا سکتا ہے روتوں کی دعا پر
"آمین" کا اک لفظ، ابوالفیضؒ کے لب سے
عیسیٰؑ نے نبی ہو کے بھی مانگی تھی غلامی!!
ملتی ہے مسیحائی، محمدؐ کے ادب سے

ہر بندۂ تحقیق ہے توفیق سے محروم!!
امید ضیا کیسے ہو گردیدۂ شب سے
خواجہؒ بھی، ابوالفیض بھی اور آلِ نبیؐ بھی — !
یعنی کہ "عبا اس را چہ بیاں" پار ہو سب سے
صابر کے لبادے میں یہ امید نوازش
اک دور ہے اس در پہ پریشان سا کب سے

منقبتی قطعہ

بشانِ حضرت سیدنا ہاشم پیر دستگیر رحمۃ اللہ، بیجاپور

آپ کے گھر سے یہ آداب جہانی نہ گئے
خالی دامن درِ ہاشمؒ سے سوالی نہ گئے
دعویٰ فیض نہیں، ہاشمی تاریخ ہے یہ
غیر بھی آپؒ کے در سے کبھی خالی نہ گئے

منقبت شریف

بشانِ حضرت سیدنا مخدوم علاءالدین انصاری رحمتہ اللہ علیہ

المعروف بہ حضرت لاڈلے مشائخ انصاری، الند شریف

تمہاری نسبت دہلیز ہے ایمان معیاری
دکن کے لاڈلے حضرت علاءالدین انصاریؒ

تمہارے خون میں شامل ہے مجبوروں کی غم خواری
نہ کیسے رنگ لاتی نسبتِ ایوب انصاریؓ

خدا شاہد، بظاہر لاکھ ہوں حالاتِ ناداری
علیؑ زادوں کا چھپ سکتا نہیں اندازِ سرداری

رسالت کے نمائندہ اجالے بجھ نہیں سکتے
قیامت تک رہے گی اولیاءؒ کی شانِ مختاری

سپردِ خاک میں دیکھی نہ ایسی کوئی بیداری
سپردِ حق کی جو تاریخ سے ثابت ہے دلداری

خلافت جس کو مل جائے در بندہ نوازی ہے
وہ حقدارِ امانت ہے مہاجر ہو کہ انصاری

تمہارے لاڈلوں کو ہاتھ پھیلانا نہیں آتا
عطا کردیجیو، بہر خدا قبل طلبگاری

مجھے مایوس کرنا کفر کی ترغیب دینا ہے
نہ ہونے دیجئے ایسا مرے سرکار انصاری

سگانِ در ہیں جس کا نام صابو شاہ آبادی ہے
کرم کا منتظر مدت سے ہے مخدوم انصاری

منقبتی قطعات

بشانِ حضرت سیدنا شاہ عبدالرزاق قادری رحمۃ اللہ علیہ، بیجاپور

امتیازات سے بری ہو تم ؛ سب کو آغوشِ مادری ہو تم
کوئی بھوکا نہ جائے اس در سے ، دیکھو رزاق قادری ہو تم

★

بے زبانوں کے ترجماں ہو تم ، بندہ و رب کے درمیاں ہو تم
جس کے ہلنے سے عرش ہل جائے ، شاہِ بغداد کی زباں ہو تم

تعزیتی قطعات

بہ وصال پیر و مرشد الحاج حضرت قبلہ سید شاہ سغیر اللہ حسینیؒ بندہ نوازی

تاریخ وصال

۲۵ ر دسمبر ۱۹۷۸ء مطابق ۲۳ ر محرم ۱۳۹۹ھ

عقیدت دیکھئے سید کی اپنے جد اکرم سے
گلے ملنے لگے ہیں کس طرح شہدائے اعظم سے
سغیر اللہ نے ثابت کر دیا ہے پردہ فرما کر
علی زادوں کی جو روحانی نسبت ہے محرم سے

نہ کیوں ایمان ہو میرا سغیر اللہ کے تقویٰ پر
سغارت کی ذرا پابندیاں بھی دیکھ سغرائے پر
دسمبر کی ذرا چھبیس کو پیش نظر رکھ کر
مسیحا کا گذرنا دیکھ صاحب یوم عیسیٰؑ پر

سلام

بحضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

رحمتِ رب نما السلام علیک سر تا پا معجزہ السلام علیک

آپ آئے یقین خدا آگیا اے ثبوتِ خدا السلام علیک

دوست دشمن گناہگار و پرہیزگار سب کے مشکل کشا السلام علیک

آپ ہیں کلمۂ طیبہ کی طرح رحمتِ جاریہ السلام علیک

گو قفسِ تن کے حلقے میں ہوتے ہوئے زندۂ مطلقہ السلام علیک

سانس کے ٹوٹنے سے نہیں ٹوٹتا فضل کا سلسلہ السلام علیک

با بصر کے لئے سرمۂ فیض ہے آپ کی خاکِ پا السلام علیک

آپ کی خاکِ نعلین کا فیض ہے

ورنہ صابرؔ ہے کیا السلام علیک

مصنّف کی دیگر تصانیف

۱۔ شریکِ وفا (دوسرا ایڈیشن زیر طبع) دلنواز غزلوں اور بصیرت افروز نظموں کا مجموعہ

۲۔ رحمتِ تمام (دوسرا ایڈیشن زیر طبع) ایمان افروز مجموعہ نعت و منقبت

۳۔ آئینہ رحمت (زیر طبع) طویل اور جاں نواز نعت شریف مشتمل کتابچہ

۴۔ حج نامہ (منظوم و مکمل۔ زیر طبع) جس میں ہزاروں روح پرور اشعار

کے ذریعے عمرہ و حج اور زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تمام تر مناسک اور آداب کی ایسی واضح اور دلنشین عکاسی کی گئی ہے کہ شاید و باید۔

۵۔ سلسلۂ انوار مجموعۂ نعت و منقبت دوسرا ایڈیشن (زیر طبع)

۶۔ انتخابِ ادب (زیر طبع) علمی، ادبی، تہذیبی اور تنقیدی مسائل پر نظر نواز مقالات کا مجموعہ

۷۔ سیاست صد آگہی منزل پہ (مطبوعہ) قومی نظموں کا مجموعہ

سلام

بحضورِ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

رحمتِ رب نما السّلام علیک
سر تا پا معجزہ السّلام علیک

آپؐ آئے یقین خدا آگیا
اے ثبوتِ خدا السّلام علیک

دوست دشمن گناہگار و پرہیزگار
سب کے مشکل کشا السّلام علیک

آپؐ ہیں کلمۂ طیبہ کی طرح
رحمتِ جاریہ السّلام علیک

محلِ قفس کے حلقے میں ہوتے ہوئے
زندۂ مطلقہ السّلام علیک

سانس کے ٹوٹنے سے نہیں ٹوٹتا
فضل کا سلسلہ السّلام علیک

باخبر کے لئے سُرمۂ فیض ہے
آپؐ کی خاکِ پا السّلام علیک

آپؐ کی خاکِ نعلین کا فیض ہے
ورنہ صابر ہے کیا السّلام علیک

مصنف کی دیگر تصانیف

۱) **شریکِ وفا** (دوسرا ایڈیشن زیرِ طبع) دلنواز غزلوں اور بصیرت افروز نظموں کا مجموعہ

۲) **رحمتِ تمام ﷺ** (دوسرا ایڈیشن زیرِ طبع) ایمان افروز مجموعہ نعت و منقبت

۳) **آئینۂ رحمت** (زیرِ طبع) طویل اور جاں نواز نعت شریف پر مشتمل کتابچہ

۴) **حج نامہ** (منظوم و مکمل، زیرِ طبع) جس میں ہزاروں روح پرور اشعار کے ذریعہ عمرہ، حج اور زیارت نبوی ﷺ سے متعلق تمام تر مناسک اور آداب کی ایسی دلنشین اور واضح عکاسی کی گئی ہے کہ باید و شاید

۵) **سلسلۂ انوار** مجموعہ نعت و منقبت (دوسرا ایڈیشن زیرِ طبع)

۶) **اختیارِ ادب** (زیرِ طبع) علمی، ادبی، تہذیبی اور تنقیدی مسائل پر نظر نواز مقالات کا مجموعہ

۷) **سیاست صداقت کی منزل** (مطبوعہ) قومی نظموں کا مجموعہ

گذارشِ احوالِ واقعی

مجھے خوشی ہے کہ میرے وطن شاہ آباد (ضلع گلبرگہ شریف) میں ایک اشاعتی ادارہ کرناٹک پبلی کیشنز کے نام سے بفضلہٖ قائم ہوا ہے جسکی اوّلین پیشکش ضامنِ نجات نذرِ قارئینِ کرام ہے۔ پبلی کیشنز کے ہمدرد و اراکین قابلِ مبارکباد ہیں جنھوں نے اس کے بروقت قیام میں اپنی بے لوث خدمات پیش کیں۔

میں اُن سبھوں سے خواہش کروں گا کہ وہ ضامنِ نجات کی نکاسی اور توسیعِ اشاعت میں بھی بھرپور معاونت کریں۔ خیرخواہ:۔ **محمد یونس سیٹھ** (صدر کرناٹک پبلی کیشنز شاہ آباد)

ناشر

ک پبلی کیشنز شاہ آباد (ضلع گلبرگہ شریف